توحیدِ الوہیت

از جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم۔اے۔پی۔ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا
صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ۔ حیدرآباد دکن

سیری بہ حریمِ جان و دل منزل کن — قطعِ نظر از صورتِ آب و گِل کن
جز معرفتِ اللہ ہیچ است ہمہ — بگذر ز ہمہ معرفتے حاصل کن! (سیری غزنوی)

تخلیقِ عالم کی غایت کیا ہے؟ جن وانس پیدا کیوں ہوئے؟ ع از آمدن و رفتنِ ما سودے کو؟ فلسفیوں کو اپنے کودکِ عقل کے ساتھ کھیلتا چھوڑ کر (ذرھم فی خوضھم یلعبون) ہم اس اساسی سوال کے جواب کے لئے قرآنِ کریم کی طرف توجہ کرتے ہیں جو مبدء ہے علمِ حقیقی کا اور جو ریب وشک، ظن و تخمین، قیاس و وہم سے منزہ ہے! یہیں ہمیں وہ نورِ ہدایت نصیب ہوتا ہے جس کو عقلِ نظری ہمیں عطا نہیں کرسکتی! ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ! یہیں مومن کے لئے یقین واذعان کا ذخیرہ ہے۔ یہیں بداہت و ہدایت کا جلوہ ہے یہیں علمِ حقائق ہے اور یہیں طمانیت و تسکین۔ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ۔ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ![1] (پ ۸ ع ۶)

علمی کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃِ نبی است — واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی ست
جائیکہ بود جلوۂ حق حاکمِ وقت — تابع شدنِ حکمِ خرد بوالعجبی ست (شاہ سلیمانؒ)

جن وانس کی تخلیق کی غایت صاف وسلیس الفاظ میں یوں بیان کی گئی ہے "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ" عبادت کے معنی ہیں "توحید" چنانچہ امام المفسرین حضرت ابن عباس رض کا

---

[1] اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔

قول ہے کہ قرآن کریم میں جس جگہ بھی عبادت کا ذکر آیا ہے اس کے معنی توحید کے ہیں[۱]۔ گویا محاورہ قرآن میں عبادت ہر جگہ توحید کے معنی میں آئی ہے "ایاک نعبد وایاک نستعین" کے معنی ہوں گے نوحدک ونطیعک اور "ایای فاعبدون" کا مفہوم ہوگا کہ میری ہی توحید تمہارے سینوں میں بس جائے۔ عبادت کی تعبیر توحید کے لفظ سے کرنے میں خوبی یہ ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ عبادت صرف حق تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے جو واحد لاشریک ہے۔ اس سے شرک کی قطعی نفی ہو جاتی ہے جس کو کسی دوسری جگہ کھول کر اس طرح بیان کیا گیا ہے وَاعْبُدُوا اللہَ وَلَا تُشْرِکُوا بِہٖ شَیْئًا[۲] (پ۵ ع ۳) ہمیں اپنی عبادت ومعرفت کے لئے پیدا کیا ہے، ہماری زندگی کا مقصود یہی عبادت وبندگی ہے، یہی عرفان یہی توحید ہے، تمام انبیا نے اسی توحید الوہیت کو پیش کیا۔ یہی ان کی بعثت ودعوت کا اصل مقصود تھا۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم ‏— خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم!
مقصود من خستہ زکونین توئی ‏— از بہر تو میرم و برائے تو زیم! (قائم)

تمام پیغمبروں کے پیغام کا یہی نچوڑ تھا کہ یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ یعنی اے قوم تم اللہ ہی کی عبادت کرو کہ اس کا سوائے تمہارا کوئی معبود ورب نہیں! یا اَنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اللہ یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو! حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے خطاب فرمایا: اَنِ اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون، اور یہ عبادت اسی توحید وتقویٰ واطاعت پر مشتمل ہے! حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ نے بھی انہی الفاظ سے کہ یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ سے اپنی قوم کو توحید کی طرف بلایا! حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو یوں مخاطب کیا اعبدوا اللہ واتقوہ ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اور مشرکین سے اپنی برات اس طرح ظاہر فرمادی۔ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّہٗ سَیَھْدِیْنِ[۳] (پ۲۵ ع ۹) انھوں نے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ وصیت فرمادی تھی کہ اِنَّ اللہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[۴] (پ۱ ع ۱۶)

---

[۱] بخاری حدیث وفد عبدالقیس۔ [۲] تم اللہ ہی کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔
[۳] میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو رہنمائی کرتا ہے۔
[۴] اے میرے بیٹو، اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا!

حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو اور حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اہلِ فرعون کو یہی بات پہنچائی تھی کہ
رب اللہ ہی کو پوجو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! اسی تعلیم، اسی دعوتِ توحید کے ساتھ ہمارے نبی
الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور حق تعالیٰ نے آپ کی ذات پر اس دعوت الی التوحید کو ختم
کر دیا، آپ کو ارشاد ہوا۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ[1] (پ ۹ع ۹)

غرض توحیدِ الوہیت پر سارے انبیائے اولین وآخرین کا اجماع ہے، جو بھی رسول آیا وہ توحید
دعوت لیکر آیا۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا
فَاعْبُدُونِ۔[2] (پ ۱۷ع ۲)

اسی لئے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسلام کا دعوتی کلمہ ہے جس میں توحیدِ الوہیت
رسالتِ محمدی کو پیش کیا جارہا ہے جن کا جان کر اقرار کرنا ایمان کے لئے ضروری ہے، فرضِ اول ہے
اسمِ صفت ہے اور باجماع اہلِ علم اس کے معنی "معبود" کے ہیں اور اس پر آیاتِ قرآنی دلیل ہیں
ان میں سے بعض پر غور کرو۔

(۱) وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ — یعنی وہی ذات پاک آسمان اور زمین کا معبود ہے۔

(۲) أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ — یعنی کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے؟

(۳) وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ — ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا، پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے ہیں

---

[1] آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں
اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر

[2] اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہیں بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں،
پس میری عبادت کیا کرو۔

اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۔ (پ ۹ ع ۶)

کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔

(۴) وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۔ اِنَّمَآ اِلٰــهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۔

اور تو اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا۔ ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس کو دریا میں بکھیر دیں گے بس تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، وہ علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(۵) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے کہا تھا کہ اگر تم ایک کلمہ کا اقرار کر لو تو تمام عرب تمہارا مطیع ہو جائے اور تمام عجم تمہاری خدمت گزاری کرنے لگے۔ ابو جہل نے خوش ہو کر کہا کہ بتلا وہ کلمہ کیا ہے، ہم ایسے دس کلمے ماننے کے لئے تیار ہیں۔ فرمایا دس نہیں بس ایک ہی کلمہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یہ سنتے ہی ان سب کو طیش آیا کہنے لگے " اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (پ ۲۳ ع ۱۰) یعنی اس نے تو اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔"

ان تمام آیات سے صاف ظاہر ہے کہ " الٰہ " سے مراد معبود ہے اور لا الٰہ الا اللہ سے اسی توحید الوہیت کو پیش کیا جا رہا ہے جس کو سارے انبیاء نے پیش کیا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی مستحق عبادت ہے اسی کی عبادت کی جانی چاہئے۔ اسی سے فقر و ذلت کی نسبت جوڑنی چاہئے " افراد عبادت " ہی تمام پیغمبروں کے پیام کا حاصل ہے یعنی صرف اللہ ہی الٰہ رہے۔ غیر اللہ بحیثیت الٰہ قلب سے فنا ہو جائے

دل عاشق روئے تست با عہد درست ۔ جاں طالب وصل تست از روز نخست
آنکس کہ نہ جست وصل تو ہیچ نیافت ۔ وآنکس کہ ترا یافت دگر ہیچ نجست

(شیخ عطار)

توحید فی العبادت کی ضد شریک فی العبادت: موحد اللہ ہی کو الٰہ مانتا ہے یعنی اللہ ہی کی
ت کرتا ہے اور مشرک غیر اللہ کو بھی الٰہ مانتا ہے اور اس کی بھی عبادت کرتا ہے۔ سورۂ انعام میں اٹھارہ
ں کے نام لیکر یعنی ابراہیم۔ اسحٰق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون
یحیٰی، عیسیٰ، الیاس، اسمٰعیل، یسع، یونس علیہم السلام کا ذکر کرکے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ نفوسِ قدسیہ
تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک کرتے تو ان کی ساری طاعتیں باطل ہوجاتیں کیونکہ شرک کے
کوئی عمل مقبول نہیں۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ ۷ ع ۱۸)

تصریحاتِ بالا سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس عالم میں انسان کی تخلیق عبادت
بادت کے لئے ہوئی ہے، اسی لئے تمام انبیا ورسل توحید ہی کی دعوت کے لئے مبعوث ہوئے،
ں نے بنی نوعِ انسان کو توحید فی العبادت کی طرف بلایا، شرک سے ڈرایا، ہر ایک نے بآوازِ بلند فرمایا
اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔

نقطۂ ادوارِ عالم لا الٰہ! انتہائے کارِ عالم لا الٰہ!

اور جب مقصودِ زندگی توحید فی العبادت ہے تو ہمیں عبادت کے مفہوم پر اچھی طرح غور کرنا چاہئے
کی ماہیت کو بخوبی ذہن نشین کرلینا چاہئے تاکہ جس مقصد کے لئے ہم پیدا ہوئے ہیں اس کے
ں میں کامیاب ہوں اور کامیاب عمل ہونا بغیر علم صحیح کے ممکن نہیں! یاد رکھو کہ یہ دوروزہ پُرفریب زندگی
مختلف ادوارِ طفلی وجوانی وپیری کی مخصوص نعمتوں اور بلاؤں سے گزر کر بہت جلد ختم ہوجاتی ہے
خری دور میں پہنچ کر ہم بیدلؔ کے الفاظ میں کہہ اٹھتے ہیں۔

طفلی کہ زبانِ بازی می آراست — دامن افشاند
انگاہ جوانی کہ داغش پیداست — گل کرد و نماند
اکنوں پیری نفس شماری دارد — بیدلؔ چہ علاج
زیں نسخہ ہم آخر ورقِ چند بجاست — باید گرداند

لیکن ورق الٹنے کے بعد قصہ ختم نہیں ہوجاتا۔ اب دنیوی زندگی کے اعمال کی جزا وسزا کا دور

شروع ہوتا ہے اور یہ ابدی ہے، اس کی انتہا نہیں، یہاں یا تو سُکھ ہی سُکھ ہے یا پھر دکھ ہی دکھ۔ تو ج
خاتمہ ہوا تو سوائے سُکھ[۵۱] کے کچھ نہیں، اور اگر شرک پر دم[۵۲] توڑا تو سوائے دکھ کے کچھ نہیں، اسی لئے حضرت ا
اور حضرت داؤد نے اپنی اولاد کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ فَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔

اب ذرا عبادت کے تضمنات پر تفصیل سے غور کرو۔

لغت میں عبادت نام ہے "غایتِ تذلل کا یعنی نہایت درجہ کی خاکساری و نیازمندی کا اور ش
میں عبادت سے مراد ہے بندوں کے ان افعال و اقوال و احوال سے جن کا تعلق خاص طور پر حق تعالیٰ کی عظ
جلالت کے ساتھ ہوتا ہے، عبادت اسم جنس ہے اس کی بہت ساری انواع ہیں۔

(۱) عبادتِ اعتقادی، یہ اصل ہے سب انواع کی، اس کا دوسرا نام "توحید الوہیت" ہے
جیسا کہ اوپر بتلایا گیا۔ محاورہ قرآن میں عبادت کے معنی اسی توحید کے ہیں، یہ اس امر کا اعتقاد ہے کہ ا
اللہ ہی الٰہ یعنی معبود و رب واحد احد ہے، وہی خالق ہے، اسی کی سب خلق ہے اور اسی کا امر، وہی مالک
وہی حاکم، اسی کے ہاتھ میں نفع و ضرر ہے، وہی مولیٰ ہے، اسی طرح الوہیت کے دوسرے لوازم کا اع
لہٰذا دعا، ندا، استغاثہ، استعانت، التجا، رجا، خوف، سب نرے اللہ ہی کے لئے ہوں، غیر اللہ
کے لئے نہ ہوں۔

---

[۵۱] ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و
ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون، نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ولکم
فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون، نزلا من غفور الرحیم (پ ۲۴، ۱۸) جن لوگو
نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم اندیشہ نہ کرو اور رنج کرو، اور تم جنت
پر خوش رہو، جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا، ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں اور عقبیٰ
میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے ہیں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں
جو مانگو گے موجود ہے۔

[۵۲] انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار (پ ۶، ۱۲) جو شخص اللہ تعالےٰ
کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

(۲) عبادت لفظی: کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا زبان سے اقرار جس نے دل سے اس کا اعتقاد رکھا لیکن زبان سے اقرار نہ کیا تو اس کا خون و مال محفوظ ہوگا اور جس نے زبان سے کہا مگر دل سے معتقد نہ ہوا تو اس کا خون و مال تو بچ گیا لیکن وہ منافق ہے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

(۳) عبادت بدنی: جیسے قیام و رکوع و سجود نماز میں۔

(۴) عبادت صوم و افعال حج و عمرہ، جیسے طواف، ذبح، نحر، حلق وغیرہ

(۵) عبادت مالی: حق تعالیٰ کے امتثال امر میں انفاق مثلاً زکوٰۃ، صدقہ۔

اسی طرح واجبات و مندوبات کی افعال و اقوال، اموال و ابدان میں اور انواع ہیں جو سب عبادت میں داخل ہیں، ان کا حصر یہاں ضروری نہیں، صرف امہاتِ عبادت کی یہاں تصریح کردی گئی۔ خوب سمجھ لو کہ شرک واقع ہوتا ہے عبادت کے ان ہی افعال اور عقائد میں۔ بنی نوعِ انسان کے اکثر افراد عبادت ہی کے معاملہ میں شرک میں گرفتار ہوتے رہے۔ انھوں نے غیر اللہ کو اپنا الٰہ یا معبود قرار دیا، اپنا نافع و ضار سمجھا، باعتقاد نفع و ضرر ان کی تعظیم کی، وقتِ حاجت ان سے فریاد رسی چاہی ان سے استعانت کی، ان کو پکارا، ان سے التجا کی، استغاثہ کیا، رجاء و خوف کا تعلق ان سے رکھا، ان کی نذر و نیاز میں اپنے مال کا ایک حصہ صرف کیا اور ذبح و نحر سے ان کا تقرب چاہا۔ غرض فقر و ذلت کی نسبت ان سے جوڑی، ان کے سامنے خضوع کیا اور جب انبیائے کرام نے انھیں افرادِ عبادت للہ کی دعوت دی، توحید فی العبادت کی تلقین کی انھیں للکارا کہ

تا چند گہ از چوب گہ از سنگ تراشی
بگذر از خدائے کہ بصد رنگ تراشی

تو ان مشرکین نے از راہ تکبر و عناد پلٹ کر پوچھا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا؟ (پ ۸ ع ۱۲) کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہم سے یہ کہو کہ ہم نرے اللہ ہی کی عبادت کریں اور اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ اجعل الآلهة الٰها واحدا، ان هذا لشئ عجاب (پ ۲۳ ع ۱۰) یعنی

بڑے تعجب کی بات ہے کہ سب معبودوں کو اس شخص نے تو ایک معبود کر ڈالا۔

دیکھو ان مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار نہیں کیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے قائل تھے، مقر تھے اس پر ایمان رکھتے تھے، ان کو اس بات کا بھی اقرار تھا کہ اللہ ہی ہمارا خالق ہے، لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللهُ (پ ۲۵ ع ۱۴) زمین و آسمان کو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ، رزاق بھی وہی ہے، محی و ممیت بھی وہی اور مدبر امر بھی وہی؛ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللهُ، فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ (پ ۱۱ ع ۹) اسی کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہی ہر شے کی پناہ گاہ ہے: قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ، سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ، قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُونَ (پ ۱۸ ع ۵) وہی آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک اور رب ہے۔ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ، قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ (پ ۱۸ ع ۵)

فرعون جس کو کفر میں اتنا غلو تھا اس کے متعلق بھی حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی زبانی کہلوایا ہے۔ لقد علمت ما انزل هؤلاء الا رب السماوات والارض بصائر (پ ۱۵ ع ۱۲) تو یہ خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان و زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے ذرائع ہیں، اور تمام مشرکین کے بارے میں ابلیس لعین تک نے کہا۔ انی اخاف اللہ رب العالمین، نیز رب انظرنی اور رب بما اغویتنی؟

صاف ظاہر ہے کہ ان مشرکین کا جرم "اشراک فی الذات" نہیں تھا، یعنی یہ اللہ کی ذات کے برابر کسی غیر کو واجب الوجود یا ازلی و ابدی نہیں مانتے تھے، سوائے ثنویہ کے دنیا میں کوئی فرقہ اس کا قائل ہی نہیں ملتا۔ مشرکین مکہ توحید ربوبیت تک کے مقر تھے۔ وہ حق تعالیٰ کی خالقیت و رزاقیت، مالکیت و حاکمیت و ربوبیت کو مانتے تھے اور غیر اللہ کو حق تعالیٰ ہی کا مربوب، مرزوق، مخلوق، مملوک و محکوم جانتے تھے چنانچہ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے۔ لبیک لا شریک لک الا شریک هو لک تملکه وما ملک

یعنی "اے اللہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ تو اس کا مالک ہے اور وہ کسی شے کا مالک نہیں۔"

اس طرح وہ نہ صرف حق تعالیٰ کے وجود کا اقرار کر رہے ہیں بلکہ اسی کو مالک و حاکم قرار دے رہے ہیں اور اسی کی ربوبیت کے قائل ہو رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس اعترافِ وجودِ باری اور ربوبیتِ الٰہی کے انھیں کافر و مشرک کیوں ٹھیرایا گیا، ان کے تمام نیک اعمال کیوں حبط اور برباد قرار دیئے گئے۔ خلود فی النار کی ان کو کیوں بشارت دی گئی؟ ان کا یہ "ایمان باللہ" کیوں ان کی جان و مال کو مسلمانوں کے ہاتھ سے محفوظ نہ کر سکا؟ اس ایمان کے باوجود وہ "اعداء اللہ" کیوں قرار پائے؟ ان کو کذّاب، مسحور، ظالم، کیوں کہا گیا؟ ان کا شمار "ہلکین" میں کیوں ہوا؟ انھیں بے عقل حیوان بلکہ ان سے بدتر کیوں ثابت کیا گیا؟ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا؟ کا فیصلہ ان کے متعلق کیوں فرمایا گیا؟

اس کا جواب تم اوپر پڑھ چکے ہو وہ ایک لفظ میں صرف یہ ہے: اشراک فی العبادۃ! ہر قوم اور ہر امت کے لئے ایک نبی مبعوث ہوا اور اس نے "توحید فی العبادت" ہی کی طرف اپنی قوم کو دعوت دی: ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ (پ ۶) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کو افرادِ عبادتِ الٰہی کی طرف بلایا کہ جس طرح تم افرادِ ربوبیت کے مقر ہو، اللہ ہی کو رب جانتے ہو، اسی طرح اللہ ہی کو معبود جانو، لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ، اس کے معنی و مقتضیٰ پر عمل کرو، اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو، تمہاری ساری عبادت سراً و علانیۃً قلبی و قالبی طور پر خالص اللہ کے واسطے ہو۔ استعانت ہو یا استغاثہ، ذبح ہو یا نذر، دعا ہو یا عکوف (طواف) ہو یا کوئی عبادت یا پرستش کی کوئی سی شکل صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہو۔ اس وقت غیر کا تصور بھی تمہارے ذہن میں نہ آئے! تم اللہ ہی کے فقیر ہو، ذل و افتقار کی نسبت اللہ ہی سے جوڑ لو، جھوٹے معبودوں سے اپنی بندگی کی نسبت قطعاً توڑ لو ان سے نفع و ضرر کی توقع مطلقاً چھوڑ دو، اللہ تمہارے لئے بہر حال کافی ہے۔ الیس اللہ بکافٍ عبدہ: تمہیں صرف اللہ ہی کا ہو کے رہنا چاہیے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

با خلق آشنا نہ شود مبتلائے تو — بیگانہ باشد از ہمہ کس آشنائے تو
میخواہم از خدا بدعا صد ہزار جاں — تا صد ہزار بار بمیرم برائے تو

مشرکین نے اس پیغام کو سن کر کہا دیکھو ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں، اس کا انکار نہیں کرتے، اپنے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں جانتے بلکہ ان کو اللہ ہی کا مخلوق اور بندہ مانتے ہیں اللہ ہی کو مالک وحاکم ورب سمجھتے ہیں، مستقل معبود بھی اللہ ہی کو جانتے ہیں اور اپنے بتوں کو اللہ ہی کی ملک سمجھتے ہیں، ہم ان کو محض اپنا "شفیع" (وکیل اور سفارشی) جانتے ہیں۔ ہم ان کی عبادت کرنی اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ اپنی وجاہت کی وجہ سے ہماری سفارش یا "شفاعت" اللہ تعالیٰ کے پاس کر سکتے ہیں: ھٰؤلاءِ شفعاؤنا عند اللہ (پ۱۱ ع۷) ان کی عبادت ہمیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی وخفگی سے بچا کر اس کا قرب عطا کر سکتے ہیں۔ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (پ۲۳ ع۱۵)

یہی ان کا کذب، کفر اور شرک تھا!! اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّارٌ (پ ۶)
سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (پ ۶)

اب ذرا اسی موقع پر تحقیق کر لو کہ ان مشرکین کے یہ معبود کون تھے جن کو وہ شفیع اور مقرب سمجھ رہے تھے؟ امام فخر الدین رازیؒ نے "تفسیر کبیر" میں اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے، ان کی تحقیق کی رو سے بت پرستوں (عابدان اوثان) کے دین سے کوئی دین قدیم نہیں کیونکہ انبیا میں سب سے پہلے نبی جن کی تاریخ ہم تک پہنچی ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور جب انھوں نے ان بت پرستوں کو توحید معبودیت کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون (پ۲۹ ع۹) تو ان بت پرستوں نے ان کی دعوتِ شب وروز کے جواب میں اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا یعنی تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو اور سُواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو چھوڑنا" (پ۲۹ ع۱۰)

اب ان کے یہ معبودان باطل ود وسواع وغیرہ کون تھے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم[1] نے

[1] رواہ البخاری۔

نشان دہی کی ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے چند نیک بخت اور بزرگ لوگ تھے، ان کی موت کے بعد ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر ان کے نشان قائم کیے گئے، ان کا بھی وہی نام رکھا گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ان نشانوں کی پرستش شروع کردی گئی۔ اعتقاد یہ تھا کہ جس طرح یہ بزرگ زندگی میں مجاب الدعا رہے ہیں، روز حشر بھی مقبول الشفاعت رہیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے۔ ان ہی کے حال کی خبر ہمیں اس آیت میں دی گئی ہے:

يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ	یعنی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے
وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ	ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں
شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللهِ قُلْ	اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں
أَتُنَبِّئُونَ اللهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ	آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم خدا کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ	خدا کو نہیں معلوم، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں،
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (پ ۶)	وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے"

اس تحقیق سے صاف ظاہر ہے کہ بت پرست اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بالاستقلال بتوں کو معبود نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی بت پرستی کا منشا اولیاء انبیاء وغیرہ کی تعظیم تھی۔ انھوں نے اپنے بتوں کو اُن ہی کی صورت پر تراشا تھا۔ اور انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا شفیع سمجھ کر اپنا سر نیاز ان کے سامنے جھکاتے تھے۔ اس طرح وہ اصل میں 'ولی پرست' 'صالح پرست' اور 'نبی پرست' تھے! اب ذرا فخر رازی کی عبارت بھی ان لو جو اوپر کی آیت کی توجیہ و تفسیر میں انھوں نے لکھی ہے۔

"انهم وضعوا هذه الاصنام والاوثان	یعنی بت پرستوں نے یہ اصنام و اوثان اپنے انبیا
على صور انبيائهم واكابرهم وزعموا انهم	و اکابر کی صورتوں پر تراشتے تھے اور یہ خیال کرتے
متى اشتغلوا بعبادة هذه التماثيل فان	تھے کہ جب ہم ان کی عبادت میں مشغول ہوں گے
اولئك الاكابر تكون شفعاء لهم	تو یہ اکابر اللہ کے پاس ہماری شفاعت کریں گے
عند الله تعالى ونظيره في هذا الزمان	اس کی نظیر اس زمانہ میں اکثر لوگوں کی اپنے بزرگوں

اشتغال کثیر من الخلق بتعظیم قبور | کی قبروں سے مشغولیت ہے اس اعتقاد سے
الاکابر علی اعتقاد انھم اذا عظموا قبورھم | کہ اگر ہم ان قبروں کی تعظیم کریں گے تو یہ اللہ کے
فانھم یکونون شفعاء لھم عند اللہ [1] | نزدیک ہمارے شفیع ہوں گے۔"

اوپر کی توضیحات سے مندرجہ ذیل چار امور بطور تفریع لازم آتے ہیں۔ انھیں خوب ذہن نش...

(۱) زمانۂ قدیم کے بت پرست حقیقت میں انبیاء پرست اور اولیاء پرست تھے۔ حق ت... انھیں "مشرک" قرار دیا۔

(۲) وہ خود اس امر کے قائل تھے کہ بت ہمارے بالاستقلال معبود نہیں بلکہ بالاستقلال ہما... اللہ ہی ہے اور یہ صرف ہمارے "سفارشی" ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو "شفیع" یا سفارشی... کر بھی اس کی عبادت کرنا موجبِ شرک ہے (یعنی کسی کو سفارشی یا شفیع سمجھنا یہ شرک نہیں ہے بلک... عبادت اس لئے کرنا کہ ہماری سفارش کریں گے یہ شرک ہے)۔

(۳) جو افعالِ عبادت ان مشرکین سے صادر ہوئے اگر کسی کلمہ گو سے بھی صادر ہوں تو اس پر... کا اطلاق کیا جائے گا اور اس کی کلمہ گوئی اطلاقِ شرک سے مانع نہ ہوگی چنانچہ اسی وجہ سے امام رازی... گور پرستوں کو بت پرستوں کا نظیر قرار دیا۔

(۴) جب غیر اللہ کو شفیع جان کر ان کی عبادت کرنا شرک ہوا تو پھر ان کو بالاستقلال عالم میں مت... جان کر پوجنا بھی بدرجۂ اولیٰ شرک ہوگا۔ مثلاً اولیاء و انبیاء سے اولاد مانگنا، رزق کی کشادگی چاہن... حاجات کی دعا کرنا وغیرہ

مشرکین کی "عبادت" بس یہی تھی کہ وہ اپنے اصنام و اوثان (غیر اللہ) کو "مقرب" "شفیع"... نافع و ضار جان کر ان کے سامنے ذلیل و خوار بن کر کھڑے ہوتے اور

(۱) ان سے وقتِ حاجت فریاد رسی چاہتے تھے یعنی ان کو پکارتے یا استغاثہ کرتے تھے۔

(۲) اپنے مال کا ایک حصہ ان کی نذر و نیاز کے لئے صرف کرتے تھے، ان سے منتیں مانگتے...

---

[1] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۵۲ سورہ یونس تحت آیہ ھؤلاء شفعاءنا عند اللہ۔

ذبح کرتے اور ان کے ارد گرد پھرتے یا طواف کرتے تھے۔ گو وہ حق کی ربوبیت کے قائل تھے اور خالق ورازق، محی وممیت، مدبر زمین وآسمان مانتے تھے: وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون!

اب قرآن کریم کی طرف رجوع کرو اور دیکھو کہ ندا، دعا، استغاثہ، استعانت، نذر، طواف وغیرہ افعال عبادت ہیں، جب حق تعالیٰ ہی معبود ورب واحد واحد ہیں تو پھر ان افعال کا تعلق صرف اسی سے ہونا چاہئے اور کسی غیر سے نہیں اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا (پ ۳۶) یہی ہے افراد عبادت اللہ فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین، الا للہ الدین الخالص[1] (پ ۲۳ ۱۵۶) مشرکین نے ان کا تعلق غیر اللہ سے روا رکھا تھا اور اسی لئے انھیں تہدید کی گئی تھی کہ " فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون یعنی جانتے ہو کہ حق تعالیٰ کا کوئی ند، ہمسر نہیں، پھر کیوں تم غیر اللہ کی عبادت کرکے ان کو معبود قرار دے کر انہیں حق تعالیٰ کا ہمسر بنا رہے ہو؟ تمہارا یہ عقیدہ کہ اگر تم ان کا تقرب ندا ودعا، نذر ونیاز، ذبح ونحر، طواف وعکوف کے ذریعہ حاصل کروگے تو یہ تمہیں حق تعالیٰ کے " قریب " کردیں گے اور تمہارے شفیع بن جائیں گے قطعاً باطل ہے کفر بحت ہے، شرک محض ہے!

دعا عبادت ہے دعا (دعوت، دعایۃ، دعوی) کے معنی ندا یا پکارنے کے ہیں۔ اس پر ائمہ لغت کا اجماع ہے چنانچہ امام راغب نے اپنی مفردات میں تصریح کی ہے کہ ' الدعاء کالنداء ' یعنی دعا ندا کے معنی میں ہے اسی طرح میں بھی دعا بمعنی خواندن ہے، مدارک میں ندا اور دعاء کا فرق وامتیاز اس طرح ظاہر کیا گیا ہے:۔ الندا ما یسمع والدعا قد یسمع وقد لا یسمع۔ اس سے دعا وظیفہ لسانی قرار پاتی ہے۔ مجمع البحار میں بتایا گیا ہے کہ الدعاء الغوث یعنی دعا فریاد کرنی اور دہائی مانگنی ہے اور بطور شہادت آیت اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ پیش کی ہے اور اس کے معنی اس طرح کئے ہیں، ای استغیثوا اذا نزل بکم الضر یعنی جب تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو مجھ سے فریاد رسی چاہو۔ قرآن کریم کی اس آیت سے بھی وآخر دعوٰھم ان الحمد للہ رب العالمین۔ دعا کے معنی پکار کے ثابت ہوتے ہیں۔ نیز اس آیت سے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ اگر یہاں دعا کے معنی عبادت کے لئے جائیں

---

[1] سو آپ خالص اعتقاد کرکے اللہ کی عبادت کرتے رہئے، یاد رکھو عبادت جو کہ خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔

(جیسا کہ بعض کا زعم ہے) تو لازم آتا ہے کہ صحابہ ایک دوسرے کی عبادت کرتے تھے وحاشاہم عن ذلک۔

دعا شرع میں عبادت کا حکم رکھتی ہے کیونکہ اس سے عجز عباد، اور قدرت رب العباد، کا اظہار ہوتا ہے، مانگنا، گڑگڑانا، عجز کا ظاہر کرنا لوازم عبودیت سے ہے جس طرح عظمت وکبریائی ہیبت وقدرت، جلال واستغنا لوازم معبودیت سے ہیں۔ لوازم عبودیت ظاہر ہے کہ عبادت ہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر نیشاپوری نے اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ کے ذیل میں خوب تصریح کردی ہے۔

"اعلم ان الدعاء مصدر دعوت ادعو، وقد تکون اسما تقول سمعت دعاء کما تقول سمعت صوتا، وحقیقۃ الدعاء استدعاء العبد ربہ جل جلالہ العنایۃ والاستمداد والمعونۃ، وقال جمہور العقلاء: ان الدعاء من اعظم مقامات العبودیۃ وانہ من شعائر الصالحین ودأب الانبیاء والمرسلین والقرآن ناطق بصحتہ عن الصدیقین والاحادیث مشحونۃ بالادعیۃ المأثورۃ بحیث لامساغ للانکار ولا مجال للعناد" (مطبوعہ ایران ۱۲۸۰ھ ج ا ص ۱۹۳)

"خلاصہ یہ کہ 'دعا' مصدر ہے اور کبھی اسم بھی ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے دعا کو سنا جس طرح کہ آواز کو سنا اور دعا کی حقیقت یہ ہے کہ عبد اپنے رب سے استدعا کرتا ہے اور اس سے مدد ومعونت وعنایت کا خواستگار ہوتا ہے۔ جمہور عقلاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دعا بلند ترین مقامات عبودیت سے ہے یہ صالحین کا شعار اور انبیاء ومرسلین کا طریقہ رہا ہے۔ قرآن ناطق ہے کہ وہ صدیقین سے ثابت ہے، اور احادیث ادعیہ ماثورہ سے بھری ہوئی ہیں، یہاں مجال انکار نہیں"

جب دعا عبادت ہے تو پھر غیر اللہ سے دعا کرنا شرک صریح قرار پائے گا لیکن قرآن کریم نے مخلوق سے مدد ومعونت اور استغاثہ اس صورت میں جائز رکھا ہے کہ جب یہ ایسے امور میں کیا جائے، جو ان کی قدرت وقوت کے احاطہ میں ہوں۔ دیکھو قرآن میں اس اسرائیلی کا قصہ مذکور ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی قبطی کے خلاف استغاثہ کیا تھا فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ[1] (پ ۲۰ ع ۵)

[1] سورہ جوان کی برادری کا تھا اس نے موسیٰ سے اس کے مقابلہ میں جو کہ ان کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی۔

ی دوسری جگہ دین کے کاموں میں مدد چاہنی اور مدد دینی واجب قرار دی گئی ہے: وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ
ى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ[1] (پ ۲۶) اسی طرح نیکی اور تقوی میں استعانت کا حکم دیا گیا ہے: تَعَاوَنُوْا
ى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[2] (پ ۵۶) جب مظلوم کسی ظالم کے خلاف
م کے پاس فریاد کرتا ہے، یا بیمار حکیم سے کہتا ہے کہ تم میرا علاج کرو یا کسی مقدمہ میں وکیل سے مدد لیجاتی
ے تو اس طرح کی استعانت واستغاثہ منع نہیں۔ اسباب دنیویہ کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ مامور بہ ہے
یں بنیادی عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اسباب بالذات موثر نہیں حق تعالیٰ ہی ان میں اثر پیدا کرتے ہیں
ب کوئی چیز اثر کرتی ہے تو حق تعالیٰ اس میں اثر پیدا کرتے ہیں، یہ عقیدہ باطل ہے کہ اشیار کی وجود
نی کے وقت ہی ان میں اثرات رکھ دئے گئے ہیں اور اسی راہ سے وہ اثر کرتی ہیں اور اب حق تعالیٰ
حکم وامر کی حاجت نہیں، یا ان میں یہ قوت ہے کہ کبھی بھی اپنے آثار واحکام سے تخلف نہ کریں! دیکھو
ب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو حق تعالیٰ نے آگ میں اثرِ احراق پیدا نہ کیا اور نہ جلے!

غرض آثارِ اشیار حق تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور باران صفت اشیار پر برستے رہتے ہیں۔
ی طرح مخلوق میں فعل کی جو قدرت ہوتی ہے وہ فعل کے وقت ہی عنایت ہوتی ہے اور اس سے فعل
صدور ہوتا ہے، یہ نہیں کہ فعل کی قدرت پہلے ہی سے مخلوق میں موجود ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے افعال
ادر ہے اور خالق کا محتاج نہیں، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ تمام مخلوقات وجود میں آنے کے بعد حق تعالیٰ
ے مستغنی ہوں اور بے پرواہ، مستقل ہوں اور غیر محتاج، واللازم باطل فالملزوم مثلہ، ملا علی قاری رحمہ نے
رح فقہ اکبر میں اسی چیز کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثم اعلم ان ارادۃ العبد التی تقارن	یعنی جان لینا چاہئے کہ بندہ کا ارادہ جو فعل کے ساتھ
فعلہ وقدرتہ علیہ حال صنعہ مخلوقتان	ہوتا ہے اور اس فعل کی قدرت وقت وقوع فعل
مع الفعل لا قبلہ ولا بعدہ"[3]	دونوں فعل کے ساتھ ہی مخلوق ہوتے ہیں نہ پہلے ہوتے ہیں نہ بعد

---

[1] اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا واجب ہے [2] نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی اعانت
کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ [3] ص ۶۱ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ

یعنی ارادہ، قدرت اور فعل سب مخلوق الٰہی ہیں، یہی عقیدہ ہے اہل سنت وجماعت کا،
اور مبنی ہے اس آیتِ صریح پر: واللہ خلقکم وما تعملون (پ ۲۳ ع ۷) نیز اس آیت پر ما تشاؤن الا
ان یشاء اللہ (پ ۲۹ ع ۲۶) نیز لا قوۃ الا باللہ۔ پر

اس طرح عقیدہ کی تطہیر ہونے کے بعد ہی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مغیث
ہے اور نہ غیاث، نہ کوئی معین ہے اور نہ مستعان، ہماری ہر فریادرسی علی الاطلاق حق تعالیٰ ہی سے ہے
دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک منافق تھا جو مسلمانوں کو دق کیا کرتا تھا، حضرت ابوبکرؓ
نے فرمایا چلو حضرتؐ سے استغاثہ کریں۔ آپ نے سُن کر فرمایا کہ مجھ سے استغاثہ نہ کرنا چاہیئے، استغاثہ تو اللہ ہی
سے کرتے ہیں (رواہ الطبرانی) اگر کسی غیر کے ہاتھ سے کوئی چیز حاصل ہو جائے تو وہ مجاز ہے نہ کہ حقیقت،
کیونکہ حقیقت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کا اسم مبارک غیاث ومغیث ہے۔ تاہم امور اختیاریہ میں
خلق سے استعانت جائز ہے مگر اسی عقیدہ کے ساتھ جس کا ابھی ذکر ہوا۔

جن امور میں سوا حق تعالیٰ کے کسی اور کو قدرت نہیں ان میں کسی اور کو پکارنا اور ان سے استغاثہ
کرنا، یا اعانت چاہنا حرام یا شرک ہے جیسے رزق کا دینا[۱]، مینہ کا برسانا[۲]، بیمار کو شفا بخشنا[۳]، ہدایت کرنا[۴]،
گناہ کا بخشنا[۵] وغیرہ۔ اب پہلے بعض ان آیات قرآنی پر بھی غور کرلو جن سے دعا کا عبادت ہونا صاف
ثابت ہوتا ہے۔

(باقی آئندہ)

---

[۱] ھل من خالق غیر اللہ یرزقکم من السّماء والارض۔ [۲] وھو الذی ینزل الغیث من
بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ۔ [۳] واذا مرضت فھو یشفین۔ [۴] انک لا تھدی
من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ [۵] ومن یغفر الذنوب الا اللہ۔